© rasailojaraid.com

ماحول پر قابو کس طرح حاصل کیا جائے؟

از

(جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (لندن) بیرسٹرایٹ لا)
(صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ)

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز   باز گردد سوئے او آں سایہ باز
ایں جہاں کوہ است وفعل ماندا   سوئے ما آید ندا ہا را صدا

قرآنِ عظیم کی تعلیم یہ ہے کہ کائنات میں ایک لامتناہی حکمت، رحمت وکرم کے ساتھ مصروفِ عمل ہے اور زندگی کے ہر قدم پر ہماری رہبری کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر ہم اس پر بھروسہ کریں اور اعتصام کے طریقوں سے واقف ہوکر اس کے دامن میں چنگل ماریں! ہمیں کائنات میں بے یار ومددگار، بے ولی ونصیر، نہیں چھوڑا گیا ہے، ساری زندگی 'لطفِ حق' شامل حال رہتا ہے، زندگی حق تعالیٰ کی نعمت وفضل سے ملو ہوجاتی ہے، اطمینانِ قلب وجمعیتِ خاطر نصیب ہوتی ہے، اگر ہم رضائے حق کے تابع ہوگئے اور حق تعالیٰ کو کافی سمجھ کر سارے کام ان کے سپرد کردیں!

حق تعالیٰ ہمیں سلامتی ونجات کی طرف لے جانا چاہتے ہیں، وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ان تجربات میں کامیاب کرنا چاہتے ہیں جن سے ہم گذر رہے ہیں اور جن سے ہم خوف زدہ ہیں۔! اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ (بقرہ ۲۴۳) وہ ہمارے ضعف وکمزوری سے واقف ہیں، وہ ہمارا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النساء ۲۸) حق تعالیٰ ہمیں برترین مسرت عطا کرنا چاہتے ہیں، اور اس سرور سے ہمارے قلب کو مملو کرنا چاہتے ہیں جس کا خود ہمیں اندازہ نہیں فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے اس کی کسی کو خبر نہیں (السجدہ ۱۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا میں ہر جگہ ایک کامل الٰہی نظم موجود ہے، جس میں توافق و ہم آہنگی بھی ہے اور سرور و سکینہ بھی! حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی اس نظم الٰہی کے دائرہ میں بسر ہو اور زمین پر رہ کر بھی ہم جنت کی خوشبو سونگھتے رہیں: هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (الاحزاب ۶۶) حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے مومن پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں، حق تعالیٰ انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتے ہیں اور وہ مومن پر بہت مہربان ہیں!

اسی زندگی میں ہمیں یہ نعمت مل سکتی ہے اور حق تعالیٰ ہی ہمیں اس کو عطا کر سکتے ہیں! وَمَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ! اگر ہم حق تعالیٰ پر کامل بھروسہ کریں تو ہماری مثال اس درخت کی سی ہو جاتی ہے جو پانی کے چشمے کے بازو اُگا ہے، ہر وقت روحانی قوت و حیات کے سرمدی چشموں سے ہمیں تازگی پہنچتی رہتی ہے!

صد چہ عالم در نظر پیدا کند   چونکہ چشمت را بخود بینا کند (رومیؒ)

اگر ہماری آنکھیں حق تعالیٰ کے مشاہدہ کے لئے کھل جائیں اور ہم ہدایت و نظم الٰہی کے دائرہ میں اپنی زندگی بسر کریں تو ہماری ساری خارجی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں یا غائب ہو جاتی ہیں:

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر   تاب خور بگدازدش از یک نظر (رومی)

اس عقیدہ یا ایمان کی مضبوط چٹان پر کھڑے ہو کر زندگی کے کچھ قدیم دستور اصول ہم سے سنو اور زندگی کے تجربات، حالات یا ماحول میں ان سے کام لو، زندگی "گریہ پیہم" نہ رہے گی "خندہ یکدم" ہو جائے گی!

یاد رکھو کہ خارجی زندگی باطنی زندگی کا عکس ہے۔ ہماری باطنی زندگی یا انفس، جیسا ہو گا ویسا ہی عکس ہمارے خارجی حالات ہوں گے ویسا ہی ہمارا "آفاق" ہو گا۔ آفاق، تابع انفس ہے۔ آفاق تغیر انفس کے تغیر کا تابع ہے۔ اس صداقت کو قرآن حکیم نے ایک سے زیادہ جگہ واضح کیا ہے، شک و شبہ سے نکالنے کے لئے ہم اس کا ذکر کر رہے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا   واقعی حق تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد ۲۴)

وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الانفال ۶۷)

یہ بات اسی سبب سے ہے کہ حق تعالیٰ کی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے النفس کو نہیں بدل ڈالتے۔

خارج کا تغیر، ماحول کا بدلنا، حالات پر قابو پانا ہو تو باطن کا تغیر، النفس کا بدلنا ضروری ہے۔ اگر باطن میں کجی ہو، النفس خام و ناشائستہ ہو، تو خارج میں کجی، ناہمواری، عدم توافق یا دوسرے الفاظ میں درد و غم، قلت و اقلال، ضیق و پریشانی کا ہونا ضروری ہے۔

باطن یا النفس سے مراد ظاہر ہے کہ نفس اور اس کے صفات ہیں اور ان سے پیدا ہونے والے افعال و اعمال ہیں۔ اب ماحول کی ناسازگاری، ضیق و پریشانی، رنج و غم، غم و الم راست نتیجہ ہیں باطنی زندگی کا، یعنی رذائلِ اخلاق کا، اتباعِ ہوی کا، جرم و معصیت کا، بدکرداری و گناہ کا قرآن مبین نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (شوری ۵۶)

اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے اور بہت سے تو درگذر ہی کر دیتا ہے۔

اسی اصول کو کسی اور جگہ اور زیادہ واضح الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (پ ۴ ع ۸)

اور جس وقت تم کو ایک تکلیف پہنچی کہ تم اس سے دو چند پہنچا چکے ہو تو کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی؟ آپ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف تم کو تمہارے ہی طرف سے پہنچی . . .

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کی تفسیر یوں فرمایا:

انما هی اعمالکم ترد علیکم

یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جو تم پر لوٹائے جاتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری جگہ یوں فرمایا:

إِنَّمَا هِیَ أعمالکم أُحْصِيهَا عَلَيْكُم فمن وجد خَیْرًا فلیحمد اللہ ومن وجد غیرھا فلا یلومن الا نفسہ

یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جن کو میں محفوظ رکھتا ہوں (تمہارے نامہ اعمال میں لکھوا جاتا ہوں کہ ان کا پورا پورا بدلہ تم کو ملے) اگر تم میں سے کوئی خیر پائے تو اللہ کا شکر کرے اور اگر اس کے خلاف پائے تو سوائے اپنے نفس کے کسی پر ملامت نہ کرے

اس اصول کی وضاحت میں صوفیہ کرام نے جو مثال استعمال کی ہے وہ نہایت صحیح اور صاف ہے وہ شخص اور اس کے سایہ سے اس اصول کو سمجھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ظل یا سایہ شخص کے تابع ہوتا ہے۔ اگر کوئی شئے ٹیڑھی ہو تو اس کا سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا اور اگر سیدھی تو سایہ بھی سیدھا ہوگا۔ نفس شخص کے مانند ہے اور ماحول اس کا سایہ ہے، یا صفات و اعمال شخص کی مثال ہے، حالات و واقعات ان کا عکس و سایہ ہیں۔ شیخ ابو النجاؒ اپنے احباب سے کہا کرتے تھے۔

اعلموا ان جمیع الوجود یعاملکم بحسب ما یبرز منکم من الاعمال، فانظروا کیف تکونون، فان الظل تابع للشخص فی العوج والاستقامۃ

یعنی "جان لو کہ جو اعمال تم سے سرزد ہوتے ہیں ویسے ہی تمہارے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے، اسی لئے ذرا اپنے اعمال پر نظر رکھنا کیونکہ ظل یا سایہ شخص کے تابع ہوتا ہے کجی و راستی ہر دو میں"

اس صداقت پر امام شعرانیؒ کو اتنا یقین تھا کہ اگر اپنے دوستوں یا بیوی یا نوکروں سے کجروی یا نشوز و گریز اپنے معاملہ میں پاتے تو ذمہ دار اپنی ذات کو ٹھہراتے اور اپنے ہی پر ملامت کرتے۔ ان کا یہ قول مشہور ہے۔

ان الوجود یعاملنی علی صورۃ عاملت فاللوم علی لا علیھم فی الاصل لانھم کظل الشاخص علی حد سواء، فان کان الشاخص مستقیما فالظل

یعنی لوگ میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ میں ان کے ساتھ کرتا ہوں، پس ملامت میرے ہی ذات پر ہے نہ کہ ان کی ذات پر، کیونکہ ان کی مثال کسی شئے کے سایہ کے مانند ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستقیما وإ عوج فالظل اعوج ومن طلب الاستقامۃ الظل مع عوج الشاخص فقد رام المحال

اگر شے سیدھی ہے تو سایہ بھی سیدھا ہے اور اگر شے ٹیڑھی ہے تو سایہ بھی ٹیڑھا ہے۔ جس شخص نے اس بات کی توقع کی کہ ٹیڑھی شے کا سایہ سیدھا ہوگا تو اس نے محال کی تمنا کی "

قرآن عظیم نے "كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ" اور كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ اور لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا کہہ کر اس صداقت کی توضیح کی ہے۔ اس اصول کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو! یہ وہی اصول ہے جس کو امیر مینائی نے عاشقوں کی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے۔

یہ رونا بے وفائی کا یہ شکوہ کج ادائی کا   سزا ہے دل لگانے کی، مزہ ہے آشنائی کا

فلسفۂ اخلاق کی زبان میں اس کو یوں بیان کرتے ہیں: الناس مجزیون باعمالھم ان خیرا فخیر وان شرا فشر، لوگوں کو اعمال کی جزا ملتی ہے اگر اعمال اچھے ہوں تو ان کی جزا بھی اچھی ہوتی ہے، اور اگر اعمال بد ہوں تو ویسی ہی ان کی جزا ہوتی ہے!

بنیادی اصول کو سمجھ لینے کے بعد اب ماحول یا واقعاتِ زندگی کے سلسلہ میں تمہیں چند باتیں سمجھنی ضروری ہیں۔

اوپر بیان کئے ہوئے اصول پر غور کرنے سے تمہیں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور قرآن کریم نے صاف الفاظ میں اس کی وضاحت کر دی ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

(الجاثیہ ۲۶)

حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے

یاد رکھو کہ زندگی کا مقصد طفل شیرخوار کی طرح ہماری دایہ گری کرنا نہیں! یہ فرائض و واجبات کا بار ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاندھوں پر رکھتی ہے تاکہ ان کی ادائی میں ہم زیادہ سے زیادہ قوی ہوتے جائیں، ہمارے اخلاقی اعصاب وعضلات طاقت ور ہوں اور ہم انسانِ کامل بن جائیں اور اس سرور و مستی سے بہرہ یاب ہوں جو کاملین کے لئے مقدر کی گئی ہے!

یا یوں کہ ہماری زندگی ایک تربیت گاہ ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے معلم اور استاد ہیں، روزمرہ کے واقعات اور حادثات وہ آلات ہیں جن کے ذریعہ ہماری سیرت کی تکمیل کی جارہی ہے۔ دنیا کی مثال ایک "روح ساز وادی" سے دی جاتی ہے۔ یہاں کبھی غم کے مضراب سے اور کبھی خوشی کے تاروں سے سیرت کے خفتہ نغمے بیدار کئے جاتے ہیں! راحت وغم، ملال و طرب، لذت و الم سبھی اپنا سلوک طے کرنے میں مدد دے رہے ہیں، دونوں ہمارے لئے خیر ہیں، ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے

بس زبونِ وسوسہ باشی دلا گر طرب را باز دانی از بلا

موت و حیات کی تخلیق، قرآن حکیم کے الفاظ میں، اس لئے ہوئی ہے کہ اس امر کی آزمائش کی جائے کہ ہم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ۱۶)

جب حقیقت یہ ہے تو عارف نہ زندگی کے تغیرات سے گھبراتا ہے نہ ان سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، یہ تو اس کی تادیب و تزکیہ کے لئے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ ان تغیرات و تحولات سے وہ اسی طرح سبق لیتا ہے جس طرح کہ ایک ذہین و محنتی طالب علم استاد کی تقریر و تعلیم سے استفادہ کرتا ہے اپنے جہل کو دور کرتا ہے، اپنے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور اپنے دماغ کا خیالات فاسدہ سے تخلیہ کرتا ہے! ان واقعات و تغیرات کی حیثیت اس کی نگاہ میں ایک پردہ کی سی ہے اور اس کے پیچھے وہ حق تعالیٰ ہی کو مصروفِ عمل دیکھتا ہے اور شیخ جیلیؒ کے الفاظ میں حق سے مخاطب ہوتا ہے:

ربِّ اَشْهِدْنِی مُطْلَقَ فَاعِلِیَّتِکَ فِیَّ — اے پروردگار مجھے ہر شے میں اپنی فاعلیت کا مشاہدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كُلَّ مَفْعُوْلٍ حَتّٰى لَا اَرىٰ فَاعِلًا غَيْرَكَ — نصیب کرتا کہ ترے سوا کسی کو فاعل نہ دیکھوں تاکہ
اَكُوْنَ مُطْمَئِنًّا تَحْتَ جَرَيَانِ اَقْدَارِكَ — تیرے اقدار کے جاری ہونے سے مطمئن ہو جاؤں
مُنْقَادًا لِكُلِّ حُكْمِكَ ! — اور ترے ہر حکم کا مطیع و فرماں بردار بن جاؤں۔

اسی علم و عرفان کے ایک متوالے کی زبان سے یہ سریلے نغمے نکلے ہیں:

یار یست مرا ورائے پردہ — حسنِ رخ او سزائے پردہ
عالم ہمہ پردۂ مصوّر — اشیاء ہمہ نقشہائے پردہ
ایں پردہ مرا ز تو جدا کرد — اینیست خود اقتضائے پردہ
نے نے میانِ ما جدائی — ہرگز نکند عطائے پردہ (لاأعلم)

جاہل تغیرات کو پسند نہیں کرتا، ان سے کبیدہ خاطر ہوتا ہے، ان کا مقابلہ کرتا ہے، مزاحم ہوتا ہے! لیکن زندگی دائمی تغیر کا نام ہے "سکون محال ہے قدرت کے کارخانہ میں" اس لئے جاہل کا مقابلہ خود زندگی کے قانون اور اس کی قوتوں سے ہے! یہ قانون اور اس کی قوتیں مقصد و غایت کے لحاظ سے منصفانہ اور مہربان اور عمل کے لحاظ سے غیر جانبدارانہ اور ناقابلِ شکست ہوتی ہیں!

ہمیں زندگی کے واقعات و تغیرات کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کے ساتھ برضا و رغبت اشتراکِ عمل کرنا چاہیے! یعنی ہمیں اس سبق پر نگاہ رکھنی چاہیے جو ہمیں ان واقعات و تجربات کے ذریعہ دیا جا رہا ہے کیونکہ جب ہم اس سبق کو یاد کر لیتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی سیرت عمل میں تغیر پیدا کر لیتے ہیں تو پھر یہ تکلیف دہ ناخوشگوار اور المناک واقعات و تجربات رفع ہو جاتے ہیں اور طمانیت و برد قلبی ہمیں نصیب ہوتی ہے۔ حقیقی معنی میں کامیاب زندگی کا راز حق تعالیٰ کے ارادے اور مقصد کے ساتھ توافق و اتحاد ہے! اور اس مقصد و ارادہ کا اظہار ان ہی واقعات و تجربات و تغیرات میں ہو رہا ہے جس کے ساتھ توافق ضروری ہے جس کا شرع کی زبان "توافق بالقضا" نام ہے، جس کو "رضا بالقضا" و "حفظ حال" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے! اسی لئے واقفانِ راز نے کہا ہے کہ

بدیں سپاس کہ مجلس منور ست بناز — گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بسا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیں دنیا میں اس لیئے بھیجا گیا ہے کہ تجربات کے ذریعہ سیرت کی تکمیل کریں، اپنی پوشیدہ و نہفتہ روحانی قوتوں کو ظاہر و نمایاں کریں جو الٰہی قوتیں ہم میں بالقوی ہیں انھیں بالفعل کریں، اور ہم اسی صورت میں ارادۃ اللہ کے ساتھ توافق قایم کر سکتے ہیں جب ہم اپنی زندگی کے واقعات و تجربات کے ساتھ برضا و رغبت اشتراک عمل کریں، اور جو سبق وہ ہمیں سکھلانے کے لیئے رونما ہو رہے ہیں انھیں سیکھیں نہ کہ ان سے تجاہل برتنے کی کوشش کریں:

در ریاض بندگی رعنا تر از شاخ گل ست
گردنے کز بار تسلیم و رضا خم می شود (ملا شاہ احمد)

تمام تجربات کا مقصد ہمیں اس راہ پر لے چلنا ہے جو خدا کی طرف لے جاتا ہے! ہم اپنے جہل کی وجہ سے اس راہ سے بھٹک جاتے ہیں، دور جا پڑتے ہیں! جذبات و شہوات ہمیں صراط مستقیم سے ہٹائے جاتے ہیں! صراط مستقیم کی طرف ہمارے قدم اسی وقت اٹھ سکتے ہیں جب ہماری سیرت کی تکمیل ہو اور ہمارا روحانی ارتقا عمل میں آسکے۔ اب زندگی میں رونما ہونے والے سارے تجربات و اقعات ہماری سیرت کی تکمیل کرتے ہیں اور ہمارے روحانی ارتقا میں مدد دیتے ہیں تاکہ ہم اس صراط مستقیم پر جو حق تعالیٰ کی طرف ہمیں لے جاتا ہے۔ لہذا تجربات و حالات خوشگوار ہوں یا ناخوشگوار، مسرت بخش ہوں یا غم ناک، بہر طور یہ ہمارے عنبر پر تر کے حصول کے لیئے ضروری و لابدی ہیں ان میں ہمارے لیئے ہدایت کا ایک سبق پوشیدہ ہوتا ہے جس کو معلوم کرنے اور جس پر عمل پیرا ہونے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیئے اور جوں ہی ہم نے اس ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیا ہمیں شقاوت، وگمراہی سے نجات مل جاتی۔ اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج ضیق، خوف و حزن سے بھی!

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ (طٰہٰ)

تو جو شخص میری اتباع کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے

ہر تجربہ، ہر واقعہ زندگی کا خیر لامتناہی کی طرف لے جاتا ہے، تصادم کی بجائے اس سے توافق ہی سب سے بڑی عقلمندی ہے، رضا بالقضا اسی کو کہا جاتا ہے، ہماری زندگی میں کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حادثہ نہیں نازل ہوتا مگر وہی جو حق تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارے مولیٰ ہیں، آقا ہیں ہمیں اپنے سب کام ان ہی کے سپرد کردینے چاہئیں

قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

شاد و خنداں پیش تیغش سر بنہ ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ (رومی)

تمام تجربات وحادثات دوا و معالجہ کی غرض سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جب ان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے تو وہ غائب ہو جاتے ہیں، پھر ان دردناک حادثات کی تکرار عموماً نہیں ہوتی، پھر راحت وطمانیت ہی میں زندگی گزرتی ہے:

بسر دو گرم جہاں طاقت چو راضی شد تمام عمر ترا آب سرد و نان گرم است (سلیم)

جب تک ہم حادثاتِ زمانہ سے سبق نہیں لیتے کجروی وگمراہی میں مبتلا رہتے ہیں، اتباعِ شہوات میں گرفتار رہتے ہیں اور ان مصائب وآفات کو خود پیدا کرتے رہتے ہیں جن سے ہم نجات پانا چاہتے ہیں! جب ہم نے سبق ہدایت حاصل کیا، ہماری سیرت بدلتی ہے ہم میں تقویٰ کے صفات پیدا ہوتے ہیں، ہمارا نقطہ نگاہ بدلتا ہے، قانون الٰہی کے مطابق ہم فکر کرنے لگتے ہیں، حق تعالیٰ سے ربط قائم کرنے لگتے ہیں، ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے لگتے ہیں۔ آفات ومصائب کا ورود جس غرض کی تکمیل کے لئے ہو رہا تھا اب وہ غرض چونکہ پوری ہو چکی ہوتی ہے، وہ بھی بتدریج غائب ہونے لگتے ہیں:

دردناک تجربات وحادثات ہی سے ہمیں سبق ہدایت حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ ان تجربات وحالات سے بھی جو خوشگوار اور راحت بخش ہوتے ہیں ہمیں سبق سیکھنا ضروری ہے۔ آسائش ونعمت کی حالت میں بھی ہمیں شکر کے ذریعہ حق تعالیٰ کی یاد میں رہنا چاہیئے چنانچہ تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ

فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ عِنْدَ الرَّخَاءِ چین وآسائش کے وقت زیادہ دعا کرتے رہو

چین کی حالت میں دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر نعمت کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھا جائے وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ، کیونکہ درحقیقت منعم وقاسم نعمت حق تعالیٰ ہی ہیں، لہٰذا ان ہی کی مرضی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مطابق نعمتوں کا استعمال ضروری ہے۔ جب ہمیں نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، جب ہم عافیت کی حالت میں ہوتے ہیں، جب ہمیں صحت و تندرستی ملتی ہے، امراض و آلام سے محفوظ ہوتے ہیں، فراخی و آسائش سے متمتع ہوتے ہیں تو یہ سب ہماری آزمائش و ابتلاء کے لئے ہوتا ہے، دیکھا جاتا ہے کہ اس عافیت کے نتیجہ کے طور پر ہم میں کبر و عجب تو نہیں پیدا ہوگیا، ہم شہوتوں و لذتوں کے درپے تو نہیں ہوگئے، موجودہ نعمتوں کو حقیر و خوار تو نہیں سمجھنے لگے اور ان نعمتوں میں عیب و نقصان تو نہیں نکالنے لگے؟ دیکھا جاتا ہے کہ کیا نعمتوں و راحتوں کی وجہ سے ہم حق تعالیٰ کی اطاعت سے روگرداں ہو کر گناہوں اور معصیتوں میں منہمک تو نہیں ہوگئے! اسی لئے سمجھا جاتا ہے کہ نعمت کی آزمائش مصیبت کی آزمائش سے زیادہ سخت ہوتی ہے، خوشی کا فتنہ تکلیف کے فتنہ سے بہت بڑا ہوتا ہے! صاف بات ہے کہ گناہوں پر قدرت ہونے کے باوجود ان سے رک جانا یا صبر کرنا بہت دشوار ہوتا ہے! عیش و آرام سے انسان کا جسم فربہ ہونے لگتا ہے عیش و آرام بغیر اس کو صبر نہیں آتا اور دوامِ عیش اسی وقت ممکن ہے جب اس کے حصول میں وہ لوگوں سے مدد چاہے اور ظالموں سے التجا کرے اور یہ امور نفاق، کذب ریا، بغض، دشمنی کا سبب ہوجاتے ہیں اور ان سے تمام روحانی مہلکات پیدا ہوتے ہیں! قلب کے سارے امراض جنم لیتے ہیں! اسی لئے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے"[۱]!

جب انسان نعمت و عافیت کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ عموماً حق تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے! ازدیادِ دولت کی تدبیریں، اپنے بچاؤ کا خیال، مال کی حفاظت کا بندوبست، اس کے خرچ کرنے کا انتظام، یہ تمام امور اس کے قلب پر ہجوم کرتے ہیں، اور یہ سب اس کے دل کو سیاہ کرتے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ	غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو!

---

[۱] حب الدنیا راس کل خطیئۃ (رواہ البیہقی فی الشعب وابن ابی الدنیا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی لئے عیش سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ حضور انور صلعم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "تم تنعم سے بچو، کیونکہ اللہ کے بندے عیش کرنے والے نہیں ہوتے (اِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْن)

سچ ہے کہ نعمت کا فتنہ مصیبت کے فتنہ سے بہت زیادہ سخت ہوتا ہے اور نعمت و مصیبت ہر دو ہمارے لئے ابتلاء یا آزمائش ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن حکیم میں حق تعالیٰ اس طرح ادا فرمارہے ہیں:

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (پ ۹ ع ۱۱)

ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کردیں۔ ان میں سے بعض نیک تھے اور بعض اور طرح کے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجائیں۔

اسی طرح فرمایا:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً (پ ۱۷ ع ۲)

اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں

نعمت و عافیت کی حالت میں مرد مومن "مشکور" ہوتا ہے، یہی اس حالت کا ادب ہے

اَلْمُؤْمِنُ مَشْكُوْرٌ عِنْدَ الرَّخَاءِ

مومن چین کی حالت میں حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے

دل و زبان و اعضا کے شکر ہی سے نعمتیں سلب و نقصان سے محفوظ ہوتی ہیں اور ان میں اضافہ ہوتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ

اگر تم شکر کرو تو یقیناً ہم نعمتوں میں اضافہ کرتے ہیں

خوب سمجھ لو کہ اجابت دعا، رزق و غنا، توبہ و مغفرت کا انحصار اپنی مرضی پر رکھا ہے کہ چاہا تو دیا چاہا تو نہ دیا لیکن شکر کے معاوضہ میں زیادتی نعمت بلاتخلف ہے! اسی لئے حضور انور صلعم نے فرمایا۔

مَنْ نَزَلَتْ اِلَیْهِ نِعْمَةٌ فَلْیَشْكُرْهَا

جس کو نعمت ملے وہ اس کا شکر ادا کرے!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز فلیکثر الدعاء عند الرخاء چین و آسائش کی حالت میں زیادہ دعا کرتے رہو

زندگی کے تجربے، حادثے، تغیر و تحول ہماری آزمائش، ہماری سیرت کی تعمیر، تکمیل ہماری صلاحیتوں کو بیدار کرنے، بالقوی کو بالفعل کرنے ہی کی غرض سے رونما ہو رہے ہیں! ان کی دو قسمیں ہیں ملائم و ناملائم اور انسان کے نفس کی بھی دو حالتیں ہیں، تیسری حالت نہیں ایک عافیت دوسری بلا، ناملائم یا دردناک حادثات کا ورود اس لئے ہوتا ہے کہ ہم کجروی سے باز آجائیں، شہوتوں کے اتباع سے رک جائیں، سیرت کی اصلاح کرلیں! سوہانِ قضا ہمارے پیکر خاکی کو پختہ و ہموار بناتا ہے اس کی کمی و خامی کو غم و الم کے انگارہ سے دور کرتا ہے! بقول اقبال:

جہانِ ما کہ جز انگارہ نیست — اسیر انقلاب صبح و شام است
ز سوہانِ قضا ہموار گردد — ہنوز این پیکر گل ناتمام است

نفس کی اس حالت کو بلا و مصیبت کی حالت سے تعبیر کیا جاتا ہے!

ملائم یا نعمت و عافیت کے حالات سے بھی ہماری آزمائش ہوتی ہے، اگر ہم ان حالات میں یادِ حق سے غافل نہ ہو جائیں، اپنا رخ حق تعالیٰ ہی کی جانب رکھیں، ان کی نعمتوں کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کریں تو ہم اپنے باطن میں یہ ندا سنتے ہیں۔

اُرکُض بِرِجلِکَ هٰذا مُغتَسَلٌ بارِدٌ — اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا

وشراب (پ ۲۳ ع ۱۲) —

یعنی ہم حق تعالیٰ کی رحمت و رافت، لطف و منت کی دریا سے سیراب ہوتے ہیں، ہم پر ان کی نعمت و ناز و محبت کے دروازے کھل جاتے ہیں، ظاہر و باطن کی نعمتیں ہم پر تمام کر دی جاتی ہیں اور حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے ہماری پرورش و پرداخت کرتے ہیں اور یہ حالت موت کے وقت تک باقی رہتی ہے موت کے بعد وہ اپنے فضل و کرم سے ایسی نعمت عطا کرتے ہیں جس کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر اس کا خطرہ گذرا![۵]

---

۵ دیکھو فتوح الغیب مقالہ ۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدہ ۲۶)

ناملائم یا دردناک واقعات وحادثات پر غالب آنے کا طریقہ تعطل، عجز، کسل، جبن، بزدلی، ماتم وسینہ کوبی نہیں، نہ ہی مزاحمت ومقابلہ سرکشی وسب وشتم ہے بلکہ جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ان حادثات کے سبق ہدایت سے مستفید ہونا، صبر واستقامت، حکمت وعقل مندی سے اپنی سیرت واخلاق میں تغیر پیدا کرنا ہے! ہم میں سے اکثر کے لئے اس امر کا اعتراف سخت مشکل ہے کہ ہماری زندگی میں جو کچھ بھی درد وغم، اندوہ والم کی صورت میں وقوع پذیر ہورہا ہے اس کی اصلی علت خود ہمارے انفس میں پوشیدہ سرگرم عمل ہوتی ہے! شیخ محی الدین اکبرؒ کی یہ تہدید کہ "یداک کسبتا وفوک نفخ" یہ تیرے دونوں ہاتھوں کی کمائی ہے اور تیرے منہ کی مانگ ہے" ہمارے سمجھ میں نہیں آتی اور ہم الزام زندگی پر رکھتے ہیں، حق تعالیٰ پر تہمت لگاتے ہیں یا اپنے ہم جنسوں کو متہم ٹھہراتے ہیں اور اس سبق کو سیکھنے سے انکار کرتے ہیں جو حادثات والمناک واقعات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی لامتناہی حکمت ہمیں سکھلانا چاہتی ہے ہم ٹوٹتے ہوئے دل سے کر چیخ اٹھتے ہیں کہ "لوگو! دیکھو! میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جارہا ہے! ایک مصیبت ختم نہیں ہونے پاتی کہ دوسری اس سے زیادہ آفت مجھ پر نازل ہوتی ہے! بتلاؤ میرا کیا قصور ہے؟ یہ سب میری تقدیر کا نوشتہ ہے! ہائے تقدیر!"

طالعے دارم آنکہ از پے آب | گر روم سوئے بحر بر گردد
در بدوزخ روم پے آتش | آتش از یخ فسردہ تر گردد
ور زکوہ التماسِ سنگ کنم | سنگ نایاب چوں گہر گردد
گر سلامے برم بزدِ کسے | ہر دو گوشم بکلم کر گردد
در بصحرا روم بجستنِ خاک | خاک حالی بہ زرخ زر گردد
ایں چنیں حالہا بہ پیش آید | ہر کرا روزگار بر گردد

(مولانا لطف اللہ نیشاپوری)

لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ ہمارے روحانی ارتقا کے لئے جن حالات کی ضرورت ہے ہم خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھیں اپنی طرف جذب کرتے ہیں، ان تمام بلاؤں اور آفتوں کا باعث خود ہم ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع و مانع الفاظ میں ہماری "ھوی متبع و شح مطاع" (خواہشات نفسانی جن کا اتباع کیا گیا اور وہ مرض جس کی پیروی کی گئی ہے! جب ہماری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور ہماری سمجھ میں آجاتا ہے کہ "از ماست کہ بر ماست" "از ما خیزد بر ما ریزد" اور زندگی میں کامل انصاف ہے تو پھر ہم چیخ اٹھتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (یونس ۶۰) — بے شک حق تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

اب ہم اپنا رخ حق تعالیٰ کی طرف کر لیتے ہیں، "انصار اللہ" بن جاتے ہیں، حق تعالیٰ کی مخالفت ترک کر دیتے ہیں، ان کے قائم کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے، ان کے قوانین کی پابندی کرنے لگتے ہیں! اسی میں ہماری عظیم الشان کامیابی ہے:

ماحول پر غالب آنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ ہم اپنے قلب کا جائزہ لیں اور خارجی مشکلات و آفات کے اسباب و علل کی تلاش "النفس" میں کریں:

اگر ہم دیکھیں کہ حق تعالیٰ کی محبت سے ہمارا قلب عاری یا خالی ہے، دنیوی لذتوں و شہوتوں سے مملو ہے، اس کے گرد فریر گردیدہ ہے، اس کے رنگ و بو پر فدا، اس کے "خندۂ گریہ آمیز" پر قربان، تو ہمیں اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہنا چاہیے کہ

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ (پ ۲۱ ع ۱۳) — سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں نہ ڈالے

اور "النفس" کے تغیر کی طرف فوراً متوجہ ہونا چاہیے اور اس وقت کے انتظار میں نہ رہنا چاہیے، آفات کا نزول ہونے لگے اور ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑے! عموماً یہی ہوتا ہے کہ ہماری سیہ کاری کی وجہ ہمارے قلب کی محبوب ترین چیز ہم سے چھین لی جاتی ہے۔ اور اس وقت ہم شدت حزن و فرط غم سے ہر چیز سے ٹوٹ کر حق تعالیٰ کے قدموں پر گر جاتے ہیں اور ہمارے قلب سے یہ چیخ نکلتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَسْمَعُ کَلَامِی وَتَرٰی مَکَانِی
وَتَعْلَمُ سِرِّی وَعَلَانِیَتِی لَا یَخْفٰی عَلَیْکَ
شَیْءٌ مِنْ اَمْرِی وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ
المستغیث المستجیر الوجل المشفق
المقر المعترف بذنبی! اسئلک مسألۃ
المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب
الذلیل وادعوک دُعَاءَ الخَائِفِ
الضریر دعاء من خضعت لک
رقبتہ وفاضت لک عبرتہ وذلّ
لک جسمہ ورغم لک انفہ
اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیاً وکن
لی رءوفاً رحیماً یا خیر المسئولین
ویا خیر المُعطین!!

(کنز العمال عن ابن عباسؓ و عبداللہ بن جعفرؓ)

اے اللہ تو میری بات کو سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا
ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے! تجھ
سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی! میں مصیبت
زدہ ہوں، محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں
ترساں ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار
کرنے والا ہوں، اعتراف کرنے والا ہوں، ترے آگے
سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتے ہیں، ترے
آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل و خوار گڑگڑاتا
ہے اور تجھ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ
آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور جیسے وہ شخص طلب
کرتا ہے جس کی گردن ترے سامنے جھکی ہوئی ہو اور
اس کے آنسو بہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ
ترے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک ترے
سامنے رگڑ رہا ہو! اے اللہ تو مجھے اپنے سے
دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان
نہایت رحیم ہو جا! اے سب مانگے جانے والوں
سے بہتر! اے سب دینے والوں سے بہتر!

بلا کے نزول کے بعد ہم وہی کرتے ہیں جو نزول سے پہلے بھی رضا و رغبت کے ساتھ کر سکتے تھے غم و الم کے انگارہ سے جھلسنے کے پہلے اگر ہماری عبدیت کی یہی کیفیت ہوتی تو ہم پر یہ عذاب ہی نازل نہ ہوتا:

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ — اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (پ ۵ ع ۶)
کرو اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے!

عذاب یا دردناک تجربوں اور مصیبتوں سے بچنے کا طریقہ "ایمان و شکر" ہے عقیدہ و عمل ہے، ایمان باللہ و عمل صالح ہے! یعنی "النفس" کا تغیر ہے نقطۂ نظر کا بدلنا ہے، سیرت کی اصلاح ہے، تقویٰ کا پیدا کرنا ہے، حق تعالیٰ کا دامن پکڑنا ہے، ان کی ہدایتوں پر عمل کرنا ہے۔ ان کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چلنا ہے! ہم خود اپنے ہاتھوں اپنی عافیت کے خرمن میں آگ لگاتے ہیں، ہم خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں، ہم خود اپنی جانوں کے دشمن ہیں، ہمارے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں! شیخ ابو سعید ابوالخیر نے اس حقیقت کو خوب لکھا ہے:

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش
چوں خود زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش
اے وائے من و دستِ من و دامنِ خویش

اسی لئے حق تعالیٰ نے جو ہمارے مولیٰ ہیں اور سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں، ہم سبھوں کو اگلوں پچھلوں کو، ایک ہی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم [illegible]ی کی زندگی بسر کریں۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ (پ ۵ ع ۱۶)
واقعی ہم نے ان لوگوں کو بھی حکم دیا جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تھی اور تم کو بھی کہ حکم خداوندی کی اطاعت کرو اور اس کی مخالفت سے بچو یعنی تقویٰ کی زندگی اختیار کرو۔

© rasailojaraid.com